جماعت احمدیہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جہاد کرے جو خیر امت کی بنیادی شرط ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۗ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

(آل عمران: ۱۱۱-۱۱۲)

اور پھر فرمایا:

دنیا میں اس وقت جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ پر ایمان قدر مشترک ہے ان سب کے درمیان ایک دعاوی کی جنگ ہو رہی ہے۔ استدلال کی جنگ تو ایک الگ چیز ہے ایک دعاوی کی جنگ بھی ہوا کرتی ہے جس میں ہر فریق یہ آواز بلند کرتا ہے کہ میں بہتر ہوں، میں بہتر ہوں، میں بہتر ہوں اور بعض دفعہ یہ آوازیں اتنی بلند ہو جاتی ہیں اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے کہ مذہب کے اکھاڑے میں کہ دلائل کی آواز اگر ہو بھی تو وہ ان بلند آوازوں میں دب جاتی ہے اور

جہاں تک دنیا کے کان ہیں ان کو سوائے اس کے کوئی اور شور سنائی نہیں دیتا ہے کہ میں بہتر ہوں میری طرف آؤ۔ اسلام بھی اس مذہب کے اکھاڑے میں ایک پہلوان کی طرح اس باہمی جدال میں حصہ لے رہا ہے اور اسلام کا بھی یہی دعویٰ ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ اس دعویٰ میں اور دوسرے شور میں فرق کیا ہے۔ جب سب مذاہب یہ کہتے ہیں کہ ہم بہتر ہیں تو اسلام بھی ان میں سے ایک ہوا۔ کیوں دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور اس آواز کو اہمیت دیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو روزمرہ کی زندگی میں ایک مسلمان سے بسا اوقات پوچھا بھی جاتا ہے۔ جب آپ ایک عیسائی کو تبلیغ کریں یا ایک ہندو کو تبلیغ کریں یا ایک سکھ کو تبلیغ کریں تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ ہم بہتر ہیں اور اگر یہ جواب نہ بھی دے تو یہ ضرور دیتا ہے کہ سب اپنی اپنی جگہ بہتر ہیں۔ ہر ایک اپنے آپ کو اچھا سمجھ رہا ہے۔ اس لئے ہم صلح کل حکمت عملی کے قائل ہیں ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ دنیا میں فساد ہو آپ اپنی جگہ اچھے ہم اپنی جگہ اچھے آپ بھی بہتر اور ہم بھی بہتر۔ تو بجائے اس کے کہ امتیاز پیدا ہو سچے اور جھوٹے میں، روشنی اور اندھیرے میں اس جواب کے نتیجہ میں ایک اور ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔

پس اگر واقعی اسلام اچھا ہے، اگر واقعی قرآن سچا ہے تو اس کے دعویٰ میں اور دوسرے ایسے ملتے جلتے دعاوی میں ایک مابہ الامتیاز ہونا چاہئے، ایک ایسا واضح فرق ہونا چاہئے جو تاریک کو روشن سے اور روشن کو تاریک سے جدا کرے۔ چنانچہ قرآن کریم جب یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کے ساتھ بعض ایسی علامتیں بھی پیش کرتا ہے جس کے نتیجے میں یہ فرق خود بخود کھل جاتا ہے۔ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہ اے مسلمانو! اس دعاوی کی جنگ میں سب یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بہتر ہیں ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تم بہتر ہو اور ان تمام قوموں سے بہتر ہو جو کبھی بھی خیر کے نام پر دنیا کی بھلائی کے لئے نکلی تھیں لیکن وہ کون سی علامتیں ہیں جو تم میں پائی جانی ضروری ہیں جن کے بغیر تم بہتر نہیں کہلا سکتے ہو۔ اس کے لئے تین شرطیں واضح طور پر شروع میں بیان کیں اور کچھ شرطیں جو دشمن کے ساتھ امتیاز کے لئے دشمن کی صفات کو ظاہر کرنے والی ہیں وہ بھی بیان فرما دیں۔ اس مجموعی تصویر پر جو صرف دو آیات میں مکمل کر دی گئی ہے غور کرنے کے بعد سچے اور جھوٹے میں اشتباہ کا کوئی دور کا بھی احتمال باقی نہیں رہتا۔

پہلی بات یہ فرمائی گئی كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم اس لئے بہتر نہیں ہو کہ دنیا تمہارے سامنے سر جھکائے اور دنیا تمہاری خدمت کرے، اس لئے بہتر ہو کہ تم دنیا کی خدمت کے لئے قائم کئے گئے ہو۔ اگر تم میں یہ بنیادی صفت موجود ہے اور یہ زندہ رہتی ہے اگر محض یہ دعویٰ نہیں بلکہ عملاً تم بہبود بنی نوع انسان کے لئے وقف رہتے ہو تو پھر جان لو کہ بہتری کی ایک بنیادی شرط تم میں پوری ہوگئی۔ اب دیکھئے بہتری کے تصور کو کیسا یکسر پلٹ کر رکھ دیا ہے جب ایک شخص یہ اعلان کرتا ہے کہ میں بہتر ہوں تو بسا اوقات اس اعلان کا مقصد یہ ہوتا ہے میری خدمت کرو میرے سامنے سر جھکاؤ اور ان دعووں کا ہمیشہ یہی رخ رہتا ہے۔ شیطان نے بھی کہا تھا میں بہتر ہوں۔ چنانچہ مذہب خواہ سچا ہو خواہ جھوٹا ہو، خواہ رحمانی ہو خواہ شیطانی ہو ان میں دعویٰ کی جنگ بہر حال ایک رہتی ہے۔ اسی لئے شیطان نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے سامنے سر جھکائے۔ آدم نے یہ اعلان نہیں کیا کہ تو میرے سامنے سر جھکا۔ آدم کے متعلق خدا نے اعلان کیا تھا کہ میں نے بہتر بنایا ہے اس لئے تو اس کے سامنے سر جھکا۔

پس قرآن کریم میں جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے، بنی نوع انسان کا تعلق ہے ان کو یہ زبان سکھائی ہی نہیں کہ چونکہ تم بہتر ہو اس لئے دنیا کو اپنی خدمتوں کے لئے مجبور کر دو اور اپنے سامنے ان کے سر جھکاؤ، اپنی انا کے سامنے ان کی گردنیں خم کر دو کیونکہ ہم نے تمہیں بہتر بنایا ہے۔ کیسی حیرت انگیز کیسی لطیف تعریف فرمائی۔ بہتری کے دعاوی میں ایک ایسا ما بہ الامتیاز پیدا کر دیا جسے ایک متکبر اور جھوٹا آدمی اختیار کر ہی نہیں سکتا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت! تم یقیناً بہتر ہو اس لئے کہ تم دنیا کی خدمت کے لئے نکالے گئے ہو، دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ دوسری بات یہ فرمائی تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ دوسری شرط یہ ہے کہ جب بھی تم کہتے ہو، تو بھلائی کی بات کہتے ہو نہ صرف یہ کہ خدمت کرتے ہو بلکہ بھلائی کی طرف بلاتے ہو اور برائیوں سے روکتے رہتے ہو تمہارا شعار یہ بن گیا ہے اور یہ تمہاری فطرت ثانیہ یہ ہو چکی ہے۔

اب اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ مذہب کی تفصیل کا کوئی ذکر نہیں، نہ اسلام کا ذکر ہے، نہ کسی اور مذہب کا ذکر ہے نہ ان کی تعلیم کی تفصیل کا ذکر ہے بلکہ بنیادی ان صفات کا ذکر ہے جو تمام

بنی نوع انسان میں پائی جانی ضروری ہیں۔ چنانچہ معروف سے یہ مراد نہیں کہ جو قرآن کریم کے احکامات ہیں ان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو، نہ اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ یہودیت نے جو تعلیم دی ہے اس کی طرف بلاتے ہو۔ معروف سے مراد یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی نگاہ میں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کسی رنگ سے تعلق رکھتے ہوں، کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو نیکیوں کا تصور خدا تعالیٰ نے فطرت میں پیدا کر دیا ہے، جو بھلائی کا ایک خاکہ ان کی تعمیر کے اندر داخل کر دیا گیا ہے وہ ان کی تخلیق کے نقشہ میں شامل ہے اس کو معروف کہتے ہیں۔ ہندو سے پوچھیں تب بھی وہ اسے بھلائی کہے گا عیسائی سے پوچھیں تب بھی وہ اسے بھلائی ہی کہے گا، ایک دہریہ سے پوچھیں تب بھی وہ اسے بھلائی ہی کہے گا۔ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی (الاعراف:۱۷۳) سے اس کا تعلق ہے۔ فطرت انسانی میں سموئی ہوئی خوبیاں، وہ نیکیاں جو بلا شرط مذہب بلا اختلاف ہر انسان میں قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں فرمایا تم ان نیکیوں کی طرف بلاتے ہو۔

اس میں ایک گہرا سبق ہے داعیین الی اللہ کے لئے بھی کسی قوم کی مذہبی نظریاتی تعمیر نہیں ہو سکتی جب تک پہلے اس کی اخلاقی تعمیر کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نظریاتی تعمیر کے لئے جب آپ کوشش کرتے ہیں تو شدید مخالفت پیدا ہوتی ہے اور آپ ایک فریق بن جاتے ہیں لیکن جب آپ اخلاقی تعمیر کے لئے کوشش کرتے ہیں قطع نظر اس کے کہ کوئی کہاں ہے اور اس کے ماتھے پر کیا لیبل لگا ہوا ہے تو آپ ایک انسانی قدر مشترک کی بات کرتے ہیں۔ اس لئے بظاہر اس کے اوپر ناراض ہونے کی کسی کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں نے بظاہر کہا ہے اس لئے کہ عملاً جنہوں نے ناراض ہونا ہو وہ اس بات پر بھی ناراض ہو جاتے ہیں مگر بہر حال جہاں تک ظاہری تعلق ہے آپ جب کسی کو کہتے ہیں کہ تم سچ بولو، تم رشوت نہ لو، تم ظلم نہ کرو، تم لوگوں کے مال نہ کھاؤ، تم غریبوں کے حقوق نہ غصب کرو، تم یتامیٰ سے رحم کا سلوک کرو، تم غریبوں کی پرورش کرو، تم بیواؤں کا خیال رکھو۔ یہ وہ ساری چیزیں ہیں جو امر بالمعروف میں داخل ہیں۔ تہذیب سے بات کرو، انسانیت کے سلیقے سیکھو۔ یہ سارے امور کسی ایک مذہب کی تعلیم سے وابستہ نہیں بلکہ ایک عمومی تعلیم ہے جو انسانی فطرت میں داخل ہے۔ تو فرمایا تم اس

لئے بہتر ہو کہ تم اس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ کوئی مسلمان ہو جائے، کوئی تمہارے رسول پر ایمان لے آئے تب تم اس کی بھلائی کی باتیں کرو۔ اگر تمہیں فطرتاً ہر انسان سے محبت اور پیار ہے اگر تمہارے دل میں ایک طبعی جوش ہے کہ تم سے غیروں کو بھلائی پہنچے۔ تو اس بات کا کیوں انتظار کرتے ہو کہ وہ پہلے تمہارے اندر داخل ہو جائیں پھر ان کی بھلائی کے کام کرو۔ یہ تو کوئی جدید دنیا کے سیاسی بلاک تو نہیں ہیں کہ جب تک کوئی امریکن بلاک میں نہ آ جائے امریکہ کا فیض اس کو نہ پہنچے۔ جب تک کوئی روسی بلاک میں نہ آ جائے روس کا فیض نہ پہنچے فرمایا کہ خیر امت ہونے کے لئے یہ لازمی شرط ہے تم خیر الناس بن جاؤ اور ہر انسان کو بلا تمیز مذہب ان بنیادی نیکیوں کی طرف بلانا شروع کر دو جو اس کی بھلائی کے لئے، اس کی بقاء کے لئے ضروری ہیں۔

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ نیکیوں کی طرف بلاؤ اور برائیوں سے منع کرنا شروع کر دو۔ منکر میں بھی وہی برائیاں داخل ہیں جو تمام بنی نوع انسان کے درمیان قدر مشترک رکھتی ہیں۔ پس اس تعریف کی رو سے جب آپ قرآن کریم میں معروف کا ذکر پڑھیں گے اور منکر کا ذکر پڑھیں گے اور قرآنی تعلیم کے علاوہ بھی معروف کی باتیں پڑھیں گے تو پھر سمجھ آئے گی کہ یہ کیوں فرق کیا گیا ہے۔ معروف ہر انسان کی مشترک بھلائی کے تصور کو کہتے ہیں اور منکر تمام بنی نوع انسان کے مشترک بدی کے تصور کو کہتے ہیں، ناپسندیدہ چیز، مکروہ بات۔ غلاظت ہے یہ بھی منکر میں داخل ہیں، گلیوں میں شور کرنا، ہمسایوں کو تنگ کرنا یہ بھی منکر میں داخل ہیں۔ یہاں مسجد کے باہر آپ نکلیں اور اونچی آواز میں باتیں شروع کر دیں، ہمسائے آپ سے تنگ آنے لگ جائیں اور کبھی کبھی مجھے شکائتیں لکھنے لگ جائیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے منکر کی طرف توجہ نہیں دی منکر سے نہ خود بچے اور نہ دوسروں کو بچانے کی کوشش کی۔ باتیں سنیں اور پرواہ نہیں کی اس بات کی حالانکہ محبت اور پیار سے آگے بڑھ کر ان کو بتانا چاہئے تھا کہ یہ منکر ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جس سے صرف خدا تمہیں پکڑے گا بلکہ یہ ایسی بات ہے جن پر ہر انسانی سوسائٹی تم کو پکڑے گی اور تم اپنے آپ کو انسانیت سے دور پھینکنے والے بن جاؤ گے۔ تمہارے اندر جذب کی طاقت کم ہو جائے گی، تمہارے اندر نفوذ کی طاقت کم ہو جائے گی۔ تو معروف اور منکر بظاہر ابتدائی نیکیاں ہیں جو انسانیت سکھانے والی نیکیاں ہیں اور منکر وہ بدیاں

ہیں جو انسانیت سکھانے کے لئے ضروری ہے کہ ان سے بچا جائے۔ لیکن اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دو بنیادی باتیں نہ ہوں یعنی معروف بات کی ہدایت کرنا اور منکر سے روکنا تو اگلا رنگ جو مذہب کا رنگ ہے اس کے لئے بنیادی طور پر زمین تیار نہیں ہوسکتی ہے۔ باوجود اس کے کہ مذہب بنیادی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور معروف کی اعلیٰ چیزیں بیان کرتا ہے اور منکر میں سے ایسی تعلیم، ایسی باتیں بھی آپ کے سامنے رکھتا ہے بچنے کے لئے جو برائی کے طور پر عام انسانی نظر سے اوجھل رہتی ہیں جو ان کے نزدیک برائی نہیں ہوتی لیکن یہ چیزیں تب ایک سوسائٹی کو قبول ہوتی ہیں تب ایک سوسائٹی ان باتوں کو قبول کرنے کی اہل بنتی ہے جب معروف پر قائم ہو جائے اور منکر سے بچنے لگ جائے اور کوئی مذہب اپنی تبلیغ میں کامیاب نہیں ہوسکتا ہے جب تک پہلے جہاں سے آغاز ہے وہاں سے آغاز نہ کرے دوسری منزل پر آپ چھلانگ لگا کر نہیں چڑھ سکیں گے۔ ضروری ہے کہ جہاں سیڑھیوں کا پہلا قدم ہے وہاں سے قدم رکھیں اور قرآن کریم نے یہ قدم خود بیان فرما دیئے ہیں۔ آغاز کس طرح ہوگا مذہب کا اس لڑائی میں دعویٰ کرنے کے بعد کہ ہم سب سے بہتر ہیں یا خدا نے ہمیں بہتر قرار دیا ہے۔ کیا کیا صفات تمہیں فوراً دکھانی پڑیں گی ان کے بغیر تم اگلا قدم اٹھا نہیں سکو گے۔ وہ یہ ہیں کہ تم وقف ہو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اپنے اندر یہ جذبہ بیدار رکھو ہمیشہ باشعور طور پر اس احساس کو زندہ رکھو کہ ہم بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے ہیں ہم سے خیر پہنچنی چاہئے اور خیر پہنچانے میں سب سے اہم چیز ہے امر بالمعروف نیکی کی تعلیم دینا نہی عن المنکر، برائیوں سے روکنا اور بعد میں فرمایا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور تم اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اب یہ عجیب بات ہے کہ اللہ کا ذکر جو پہلے ہونا چاہئے قرآن کریم میں ایمان باللہ سب سے پہلے آتا ہے اس کا ذکر آخر پر کیا ہے پھر ایک اور بات خاص قابل ذکر ہے کہ رسولوں کا کوئی ذکر نہیں تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہہ کر بات چھوڑ دی ہے اور رسولوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا کیونکہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کے بعد اگر رسولوں کا ذکر ہو تو پھر تفریق پیدا ہو جاتی ہے انسانی سوسائٹی پھر مذاہب میں بٹ جاتی ہے، صرف انسانی سوسائٹی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہہ کر کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تم خدا کے قائل لوگ ہو دہریہ نہیں ہو۔ یعنی انسانیت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک وہ لوگ جو بظاہر نیک کاموں کی طرف بلاتے ہیں اور برائیوں سے

روکتے ہیں لیکن خدا پر ایمان نہیں لاتے دوسرے وہ لوگ جن میں یہ صفات پائی جاتی ہیں لیکن خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان لانا بہتر ہونے کے لئے ایک لازمی شرط قرار دے دی ہے۔ اس پر اگر آپ غور کریں تو اس میں آپ کو بہت ہی گہری حکمتیں نظر آئیں گی کہ کیوں یہ کافی قرار نہیں دیا کہ تم لوگوں کی خدمت کرتے ہو، لوگوں کو اچھی باتوں کی طرف بلاتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو یہی کافی ہے فرمایا نہیں۔ خیر ہونے کے لئے ایک اور شرط بھی ہے کہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اس وقت اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ جب اشتراکیت کی تعلیم کا اسلام کی تعلیم سے موزانہ کیا جائے گا جب بھی کیا جائے اس وقت یہ مضمون آپ کو کام دے گا، اس وقت یہ آیت ایک حیرت انگیز اور لطیف تجزیے کی طرف اشارہ کرے گی۔ ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اور مومنوں کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ایک نمایاں فرق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ فرق صرف اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ایک دعویٰ کے علمبردار خدا کے قائل ہیں اور ایک دعویٰ کے علمبردار خدا کے قائل نہیں ہیں۔

یہ بیان کرنے کے بعد فرمایا وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ کاش اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اب یہ عجیب اچنبھا ہے کہ ایک طرف اہل کتاب کہا جا رہا ہے دوسری طرف فرمایا جا رہا ہے کاش وہ ایمان لے آتے اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کون سا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کا پہلے ذکر ہے۔ یہاں کسی رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہی نہیں چل رہا ہے۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہنے کے بعد اہل کتاب کو یہ کہنا کہ کاش وہ ایمان لے آتے اس کا کیا موقع ہے اور کیا تعلق ہے پچھلے مضمون سے؟ اس کا تعلق یہ ہے کہ اہل کتاب ہونا کسی کتاب کی طرف منسوب ہونا کافی نہیں اگر کوئی کتاب کی طرف منسوب ہوتا ہے الٰہی کتب کی طرف منسوب ہوتا ہے اور واقعۃً اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اس میں یہ پہلی خوبیاں ہونی چاہئیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ حقیقۃً کوئی کسی کتاب کی طرف منسوب ہو اس کی تعلیم پر چلنے کا دعویٰ کرے اور واقعۃً اللہ پر ایمان لاتا ہو اور ان تین خوبیوں سے محروم ہو جو بیان فرمائی گئی ہیں اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یہ کہہ کر فرما دیا گیا کہ اہل کتاب میں یہ خوبیاں نہیں پائی جاتیں اور اس کی تفصیل کئی جگہ پہلے بھی قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر آ چکی ہے اور احادیث میں بھی اس کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے کہ پہلی قومیں کیوں ہلاک

ہوئیں ۔اسلئے کہ انہوں نے امر بالمعروف چھوڑ دیا تھا اور نہی عن المنکر ترک کر دی تھی ۔ پس یہاں لَوْ اٰمَنَ میں اشارہ اس طرف کر دیا گیا کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہہ کر یہ مضمون کھول دیا تھا کہ یہ خوبیاں ایمان باللہ پانے والوں میں حقیقی طور پر پائی جاتی ہیں ۔اللہ پر ایمان نہ رکھنے والوں میں نہیں پائی جاتیں ۔اس لئے کاش اہل کتاب بھی ایمان لے آتے اگر وہ ایمان لاتے تو ان میں یہ تینوں خوبیاں پائی جانی ضروری تھیں اور ساتھ ہی فرمادیا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہاں کلیۃً وہ ایمان سے خالی نہیں ہیں ان میں کچھ مومن بھی ہیں۔

اس سے مزید یہ مضمون واضح ہو گیا کہ یہاں آنحضرت ﷺ پر ایمان کا ذکر نہیں ہے کیونکہ آپؐ پر ایمان لانے والوں کو اہل کتاب نہیں کہا گیا جب قرآن کریم نازل ہو رہا تھا تو پر اہل کتاب سے مراد واضح طور یہودی اور عیسائی تھے آنحضرت ﷺ کے ماننے والوں کو صرف ایھا المومنون کے طور پر مخاطب کیا گیا ہے یا یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا کے طور پر مخاطب کیا گیا ہے اور واضح فرق کیا گیا ہے ان اصطلاحوں میں ۔قرآن کے نزول کے وقت اہل کتاب گزشتہ کتابوں پر ایمان لانے والے تھے اور قرآن کریم پر ایمان لانے والے اگر چہ عموعی تعریف کے اندر داخل ہیں وہ بھی اہل کتاب ہیں لیکن ایسے اہل کتاب جن کا ایمان تازہ ہو چکا ہے جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں ان کو مومن کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے ۔تو فرمایا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ اگر یہ مراد ہوتی کہ ان میں سے بعض لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ان کو مِنْهُمُ نہیں کہنا چاہئے تھا وہ تو پھر آنحضرت ﷺ کے گروہ میں شامل ہو گئے ۔تو مراد یہ ہے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جب لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ کہہ کر نفی فرمائی گئی تو اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یک قلم خدا تعالیٰ نے ان کو رد کر دیا ہے ان میں کوئی بھی اللہ پر ایمان لانے والا نہیں ۔فرمایا بالعموم ان میں اللہ پر ایمان اٹھ گیا ہے نتیجہ یہ نکلا ہے وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف کیسے بلائیں لوگوں کو برائیوں سے کیسے روکیں وہ خود تو فاسق ہو چکے ہیں۔

پس ایمان کا عمل صالح کے سے ایک گہرا رشتہ ہے جو ان آیات میں خوب کھول کر بیان فرمایا گیا اور اس رشتہ کے ثبوت کے طور پر جو تین بنیادی باتیں بیان فرمائی گئیں وہ ہر اللہ پر ایمان لانے والے میں ضرور پائی جانی چاہئیں ۔ اگر کسی میں نہیں پائی جاتی تو قرآن کریم فرماتا کہ

لَوْ اٰمَنَ کہ کاش وہ ایمان لے آتا۔ تو محض اہل کتاب کہلانا یا کسی الٰہی تعلیم کی طرف منسوب ہو جانا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ کوئی خدا پر ایمان لاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والے میں سچی ہمدردی پائی بنی نوع کی جانی ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والے میں امر بالمعروف کی صفت پائی جانی چاہئے۔ وہ لازماً اچھی باتوں کی طرف بنی نوع انسان کو بلاتا ہے اور یہ ہرگز انتظار نہیں کرتا کہ اس کے گروہ میں شامل ہوں تب ان کو بلائے اور بدیوں سے روکتا ہے۔

یہ دعوت الی اللہ کے لئے پہلا بنیادی ایک طریق ہے جو قرآن کریم سمجھا رہا ہے اور بہت سی جگہ احمدی داعیین الی اللہ اس طریق کو اختیار نہ کر کے بہت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ پاکستان کے حالات دیکھ لیجئے جو لوگ وہاں سے آتے ہیں بتاتے ہیں کہ اس قدر اخلاقی گراوٹ تیزی سے پیدا ہو رہی ہے کہ کوئی انسانی زندگی کی دلچسپی کا ایسا حصہ نہیں، کوئی ایسا دائرہ نہیں رہا جہاں تیزی کے ساتھ بدیاں گھر نہ کر رہی ہوں اور رچ نہ گئی ہوں اندر۔ ہر قسم کی اخلاقی قدریں اٹھ رہی ہیں۔ جھوٹ، چوری، دغابازی، ڈاکہ، فساد، ایک دوسرے پر ظلم و ستم۔ ہر قسم کی انسانی قدریں جو آپ سوچ سکتے ہیں، امانت ہے، دیانت ہے وہ غائب اور ہر قسم کی برائیاں داخل ہو رہی ہیں اور نہایت ہی تکلیف دہ حالت ہے۔ وہاں جماعت احمدیہ اگر ان کو صرف جماعت احمدیہ کے دعویٰ کی طرف بلائے تو یہ ہرگز کافی نہیں ہے کیونکہ یہ امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص بعض انسانی قدروں کو کچلنے والا بن جاتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کو نیکی قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی ہے، اس کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض عام نیکیوں کے نتیجہ میں مثلاً جانوروں کے رحم کے نتیجہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی گم کردہ راہ کو ہدایت عطا فرما دی۔ تو نیکیاں نیکیوں کے بچے پیدا کرتی ہیں اور بدیاں بدیوں کے بچے پیدا کرتی ہیں اس لئے اگر آپ سوسائٹی کو کسی اعلیٰ مقصد کی طرف اعلیٰ پیغام کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس دعوت کا آغاز ان بنیادی انسانی قدروں سے ہونا چاہئے۔ جو سوسائٹی انسانیت کے معیار سے گر رہی ہے اسے روحانیت کی طرف آپ کیسے لا سکتے ہیں جب تک وہ انسانیت کی پہلی منزل پر قدم نہ رکھے اس سیڑھی کو پھلانگ کر گزر نہیں سکتی وہ قوم اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ع جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

(درثمین: ۱۳۷)

فطرت کی نیکی ضروری ہے۔ یہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جماعت کو۔ صرف پاکستان کا ذکر نہیں ساری دنیا میں یہ حال ہے اس وقت۔ برائیاں مختلف نوع کی ہیں۔ امیر سوسائٹی کی برائیاں اور ہیں اور غریب سوسائٹیوں کی اور ہیں، نئے آزاد ہونے والے ممالک کی برائیاں اور ہیں دیر سے آزاد ہونے والے ممالک کی برائیاں اور ہیں، غلاموں کی برائیاں اور ہیں آقاؤں کی اور ہیں۔ لیکن ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۱) کا نقشہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ کسی کا نام آپ تری رکھ لیں کسی کا خشکی رکھ لیں لیکن وہ بنیادی گند جس نے ساری انسانی سوسائٹی کو ناپاک اور گندا کر دیا ہے۔ جس نے انسانی تعلقات کے درمیان زہر گھول دئے ہیں۔ وہ بنیادی خرابیاں آپ کو ہر جگہ ملیں گی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ انگلستان امن میں ہے۔ دن بدن یہاں ہولناک جرائم بڑھتے چلے جا رہے ہیں، انتہائی انسانیت سوز جرائم بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ چھوٹے بچوں پر، آپ کو یقین نہیں ہے کہ جب یہ سکول جائیں گے تو کسی ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہیں گے یا نہیں رہیں گے۔ تو صرف ایک ملک کا قصہ نہیں ہے تمام دنیا میں، افریقہ میں بھی، نائیجیریا میں بھی اور غانا میں بھی جو اطلاعیں مل رہی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ بڑی تیزی کے ساتھ انسانی سوسائٹی گر رہی ہے اور یہ ایک تنبیہ ہے بڑی خطرناک کہ وہ آخری خوفناک عذاب الہی جس کی قرآن کریم میں بار بار خبر دی گئی ہے اس کے دن بھی قریب آ رہے ہیں۔

اس لئے اگر آپ نے ان لوگوں کو بچانا ہے، بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ہے آپ کے دل میں تو دعائیں ضرور کریں، دعاؤں کے بغیر یہ کام نہیں ہوگا مگر قدم اٹھائیں ساتھ تب دعائیں قبول ہوں گی ورنہ آپ کی دعائیں جھوٹی ہو جائیں گی۔ ایک آدمی کو روٹی میسر آسکتی ہو اگر وہ چار قدم چل کر روٹی کی طرف جائے اور وہ بیٹھا رہے اور دعا کرتا رہے اے خدا مجھے روٹی یہاں پہنچا دے کبھی اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اگر روٹی نہیں بھی ہوگی اور دعا کرے گا اور ساتھ روٹی کی تلاش میں قدم اٹھائے گا تو اس کو روٹی مہیا ہو سکتی ہے لیکن اگر قدم نہیں اٹھائے گا روٹی موجود ہے اس کی دعا اس کے کچھ کام نہیں آسکتی۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ دعائیں ضرور کریں دعاؤں کے بغیر ہمارے اعمال میں برکت نہیں پڑ سکتی ہے اور دعاؤں کے بغیر ہم وہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔

لیکن دعاؤں کو مقبول کرنے کے لئے عمل صالح ضروری ہے جو کلمات کو رفعت عطا فرماتا

ہے دعاؤں کو آسمان کے کناروں تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ عمل صالح وہی ہے جس کا ان آیات میں بیان ہے کہ جماعت احمدیہ کو نیکیوں کی تعلیم کا اور برائیوں سے روکنے کا عالمی جہاد شروع کرنا چاہئے۔ بجائے اس کے کہ آپ کسی کا دروازہ کھٹکھٹا کر پہلے اس کو یہ کہیں کہ آؤ میں تمہیں اسلام کی طرف بلا رہا ہوں یا احمدیت کی طرف بلا رہا ہوں آپ اس کو کہیں تمہیں احساس نہیں کہ تم سے کیا ہو رہا ہے۔ تم لوگ جھوٹے ہو گئے ہو، تم لوگ ظالم اور گندے ہو چکے ہو، امن اٹھ چکا ہے، تمہاری سوسائٹی خراب ہو گئی ہے، آؤ ہم مل کر اس سوسائٹی کو ٹھیک کرنے کے لئے کوشش شروع کرتے ہیں۔ ہم نیکیوں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان کی آواز دیتے ہیں کیونکہ خدا پر ایمان لائے بغیر کوئی سوسائٹی بھی حقیقت میں سدھر نہیں سکتی۔ اگر اس طرح کی آواز آپ بلند کریں تو آج آپ کو جو احساس ہوتا ہے کہ ہم پر دروازے بند کئے جاتے ہیں کل آپ خوشی کے ساتھ یہ محسوس کریں گے کہ دروازے کھل رہے ہیں آپ پر بند نہیں ہو رہے کیونکہ آپ نے بنی نوع انسان کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بلانا شروع کیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کو نظر انداز کر کے نہیں بلا رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن سوسائٹیوں میں ہم رہ رہے ہیں اگر ہم نے ان کی اصلاح نہ کی تو خود ہماری اصلاح پر اس کے نہایت بد اثرات پڑیں گے اور پڑ رہے ہیں۔ جتنا زیادہ درجہ حرارت کا فرق ہو اتنا ہی زیادہ ٹھنڈی چیزیں اگر گرمی ہے تو گرمی کی طرف ڈوریں گی اگر سردی ہے تو سردی کی طرف ڈوریں گی۔ سردیوں میں چائے کا گرم رکھنا مشکل ہوتا ہے اور گرمیوں میں آئس کریم کا منجمد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ کا درجہ حرارت اور ہے، آپ خدا تعالیٰ کی جماعت ہیں اور اس درجہ حرارت کی حفاظت کے لئے بہت سے طریق ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ ماحول کا درجہ حرارت تبدیل کریں اس کو اپنی طرف مائل کریں اور اس کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی جنگ ضروری ہے اور اس جنگ سے پہلے بنیادی طور پر دل کو اس طرف مائل کرنا پڑے گا کہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نکلا ہوں۔ یہ صفات اگر پیدا ہو جائیں تو بظاہر کسی کے لئے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا بظاہر کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے۔ یہ صفات اگر پیدا ہو جائیں تو انسان یہ خیال کرتا ہے، یہ اندازہ لگاتا ہے کہ پھر کسی کے پاس کوئی عذر نہیں رہے گا میری مخالفت کرنے کا عذر نہیں رہے گا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں اور میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس بنیادی

تعلیم کے باوجود بھی آپ کو دکھ ضرور دیا جائے گا۔ خصوصاً ایسے ممالک میں دکھ ضرور دیا جائے گا جہاں بعض طبیعتیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں جو اس بات کا تہیہ کر چکی ہیں کہ انہوں نے حق کی لازماً مخالفت کرنی ہے کیونکہ اس آیت کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى اس کے بعد سزا کیسی؟ کیوں تکلیف دیئے جاؤ گے؟ اس ذکر کی ضرورت کیا تھی اگر تکلیف نہیں دئے جاؤ گے۔ فرماتا ہے دیکھو! تم ایسی قدروں کی طرف بلا تو رہے ہو جو انسان کے درمیان قدر مشترک ہیں، جن کے خلاف کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتی ایمان باللہ بنیاد ہوگی تمہاری کوشش کی لیکن اس کے باوجود کیونکہ ہماری خاطر تم کرو گے۔ اس لئے ایمان باللہ کے نتیجہ میں جو حرکت ہوتی ہے اس کی ضرور مخالفت کی جاتی ہے اور یہ فرق ہے عام تحریک میں اور مومن کی تحریک میں۔ تمہیں دنیا نہیں چھوڑ ے گی پھر بھی۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ لیکن ہماری خاطر ایسا کر رہے ہو اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ وہ ہرگز تمہیں گہرا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اِلَّآ اَذًى جس طرح انگریزی میں کہتے ہیں Pinpricks اَذًى کا مطلب ہے کوئی چٹکی کاٹ دیں، کوئی مکا مار دیں تھوڑے بہت Bruises تمہارے چہرے پر آجائیں گے کالے نیلے نشان پڑ جائیں گے۔ معمولی نقصانات ہیں لیکن تمہاری ترقی کی راہ کو وہ نہیں روک سکیں گے، تمہاری عظمت کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، تمہاری قوت کو کم نہیں کر سکیں گے کسی قیمت پر بھی۔ اجتماعی طور پر جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حشمت اور عظمت عطا فرمائی ہے وہ اسی طرح قائم رہے گی بلکہ آگے بھی بڑھتی رہے گی۔ من حیث الجماعت تم زندہ رہو گے خدا کی طرف سے زندہ رکھے جاؤ گے اور بہتر زندگی کی طرف تمہاری حرکت رہے گی، اعلیٰ اقدار کی طرف تمہارا سفر جاری رہے گا۔ تمہیں مقاصد میں وہ ناکام نہیں کر سکیں گے۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ہاں تکلیفیں ضرور پہنچائیں گے، دل آزاریاں کریں گے، گالیاں دیں گے، عجیب وغریب بل پاس کریں گے۔ کہیں گے کہ ان کو قرآن کی اشاعت نہیں کرنے دینی، ان کو قرآن سے استدلال نہیں کرنے دینا۔ ہر نیکی کی راہ میں وہ روڑے اٹکانے شروع کر دیں گے لیکن اس کے باوجود ہم ضمانت دیتے ہیں کہ تمہارا نقصان نہیں کر سکیں گے۔

یہاں اول نقصان سے مراد مقاصد کا نقصان ہے۔ تمہارے رخ سے تمہیں نہیں موڑ سکیں گے، تمہارے اعلیٰ مقاصد سے تمہیں باز نہیں رکھ سکیں گے اور تمہاری محنتوں کے پھل سے تمہیں محروم

نہیں کر سکیں گے۔تم علی الرغم بڑھتے ہی چلے جاؤ گے اور پھیلتے چلے جاؤ گے اور نئی نئی ترقیات اور کامیابی تمہیں نصیب ہوتی چلی جائیں گی۔وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ہوسکتا ہے کہ پھر ایسا وقت بھی آئے کہ تلوار تمہارے خلاف اٹھائیں اور تمہیں زبردستی نیست و نابود کرنے کی کوشش کریں۔فرمایا اگر ایسا وقت بھی آیا تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ تم خدا کی حفاظت کے نیچے رہو گے ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ لیکن ان کو کوئی مدد نہیں دے سکے گا، کوئی نہیں دنیا میں جو ان کی مدد کو آسکے گا۔کتنی عظیم الشان ضمانت ہے بظاہر کتنی ادنیٰ ادنیٰ سی نیکیوں کی۔صرف اتنا فرمایا اور وہ کچھ فرمایا جو فطرت کے عین مطابق ہے جو فطرت کے لئے سہل ہے۔ جسے اختیار کرنا عین انسانی فطرت سے ہم آہنگی رکھتا ہے۔فرمایا تم اچھی باتیں کہو، بری باتوں سے روکو، اس میں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ اور دروازے کھٹکھٹاؤ اور اعلان کرتے چلے جاؤ گلیوں گلیوں میں بھی، گھر گھر جا کے کہ دیکھو تم ڈوب رہے ہو تم ہلاک ہونے والے ہو ہم تمہیں بچانا چاہتے ہیں تمہیں ان برائیوں کو چھوڑنا پڑے گا۔یہ سب کچھ کرو لیکن ایمان باللہ کے نتیجہ میں اس لئے کہ خدا تمہارا ایک ہے اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ یہ خدا کی مخلوق ہے۔جس خالق سے تمہیں محبت ہے اس کی مخلوق کی خدمت اپنا شعار بنالو۔یہ ہے وہ تعلیم جو کوئی مشکل تعلیم کوئی ڈرانے والی تعلیم تو نہیں لیکن فرمایا اس کے نتیجہ میں ضرور يَّضُرُّوْكُمْ تمہیں تکلیف دینے کی کوشش کریں گے لیکن لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ تکلیف نہیں دے سکیں گے اِلَّآ اَذًى ایک معمولی سی تکلیف ہے۔یہ تکلیف کہاں سے شروع ہوئی اس کا ذکر کہاں سے آیا۔ پہلی آیت کا آخری حصہ دراصل اس مضمون کو چھیڑ چکا تھا فرمایا وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ کہ اکثر اہل کتاب میں سے بد ہو چکے ہیں، فسق اختیار کر چکے ہیں اور فاسق ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔جب اسے اس کی برائی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو اسے غصہ آتا ہے، اسے جب نیکی کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے اور صرف اس لئے مخالفت نہیں کرتا کہ تمہارا مذہب اور ہے اور اس کا مذہب اور ہے، تمہارا عقیدہ اور ہے اور اس کا عقیدہ اور ہے بلکہ فاسق کی طبیعت میں یہ بات داخل ہو جاتی ہے کہ جو اسے بدی میں آگے بڑھانے کی باتیں کرے وہ اس کا دوست بن جاتا ہے۔اس کے ساتھ وہ صحبت اختیار کرتا ہے، اس کی رفاقت اختیار کر جاتا ہے، اسے ایسا آدمی اچھا لگتا ہے جو ہم جنس بن جائے، شرابیں ساتھ پیئے، برائیاں کرے، برائیوں کی نئی نئی تجویزیں سوچے، رشوت کھائے اور رشوت کی

باتیں بیان کرے اور طریقے سکھائے بہت اچھا لگے گا۔لیکن ایک رشوت لینے والی سوسائٹی میں ایک دانہ ہو رشوت نہ لینے والا ایسا تکلیف دے گا آنکھوں کو، نظر کو، ایسی اس سے طبیعت منغض ہوگی کہ یہ مصیبت آ کہاں سے گئی؟ اوپر سے وہ دانہ بولنے والا بن جائے، اس کو زبان لگ جائے اور وہ معاشرہ کو منع کرنا شروع کر دے کہ بھئی رشوت نہیں لینی۔فرماتا ہے کہ تم یہ نہیں سمجھ لینا کہ اس آسان راستہ پر چلتے ہوئے جو فطرت کے عین مطابق ہے تکلیف نہیں پہنچے گی تمہیں لازماً پہنچے گی کیونکہ اکثر ان میں فاسق ہو چکے ہیں اور فاسقوں کا ردعمل یہی ہوا کرتا ہے اور ایمان کی شرط اس لئے تھی کہ جب ایک انسان کسی کو نصیحت کرے اگر وہ آگے برا منائے تو اکثر اس کا ردعمل یہی ہوتا ہے کہ جاؤ پھر نہیں تو نہ سہی ہم تو تمہیں اچھی باتوں کی طرف بلاتے تھے تم اچھے انسان ہو یہ کیا شرافت ہے کہ آگے سے گالیاں دینے لگ گئے ہو۔ یہ ردعمل مومن کا اس لئے نہیں پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کی خاطر کرتا ہے اور اپنی ہر حرکت اور اپنے ہر سکون پر خدا کی نظریں پڑتی ہوئی دیکھ رہا ہوتا ہے۔ایمان باللہ سے مراد ایسا زندہ ایمان ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ خدا کی نظر میں رہتا ہے اس کے سامنے چلتا ہے، اس کے سامنے رکتا ہے۔جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو پھر معاشرہ کے مقابلے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔فرمایا کہ چونکہ تم ہماری خاطر کرو گے اس لئے ہم تمہیں یہ بتا دیتے ہیں کہ کوشش ضرور ہوگی لیکن ہم تمہیں ہلاک نہیں ہونے دیں گے۔اس لئے تمام دنیا میں جماعتوں کو، جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو اس عالمی جہاد میں حصہ لینا چاہئے جو خود ہماری بقاء کے لئے ضروری ہے، ہماری نسلوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، ہمارے ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے اور اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ دوسری سوسائٹی آپ کو قبول کرلے، آپ کے پیغام کے دائرہ میں داخل ہو جائے تب آپ اس کو نصیحت کریں۔ انسانی بقاء کے لئے یہ بہت ضروری ہے ورنہ جس تیزی کے ساتھ فسق کی طرف یہ دنیا بڑھ رہی ہے یہ دنیا ہلاک کر دی جائے گی، اس کے بچنے کا جواز باقی نہیں رہا۔

اس کے علاوہ آپ کی تبلیغ کی کامیابی کے لئے ضروری ہے اس آغاز کے بغیر آپ حقیقت میں کامیاب مبلغ نہیں بن سکتے ہیں جہاں تک ان کی تکلیفوں کا تعلق ہے ان کی مخالفتوں کا تعلق ہے یہ اگر کوشش کریں کہ آپ سے قرآن چھین لیں تو نہیں چھین سکیں گے، ناممکن ہے۔ جتنا کوشش کریں گے اتنا جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ زیادہ توفیق عطا فرماتا چلا جائے گا کہ دنیا کے کونے کونے

میں قرآن اور قرآن کی تعلیم پھیلاتی چلی جائے۔ ہمیں ان لوگوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم خدا کے بندے ہیں، ہم خدا کے مومن بندے ہیں۔ ہم ہلاکتوں سے زندگیاں نچوڑنا جانتے ہیں۔ اس لئے جتنی ہلاکتیں یہ ہمارے لئے تجویز کریں گے اتنی ہی زیادہ زندگی کا رس ہم ان ہلاکتوں سے نچوڑ لیں گے اور وہ رس ہمیں مزید زندہ کرتا چلا جائے گا۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

آج نماز جمعہ اور عصر کے بعد کچھ نماز جنازہ غائب ہوں گی۔

ایک زلیخا جواہیر صاحبہ جو حنیف جواہیر مرحوم سابق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس کی والدہ تھیں ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ یہ غالباً وہاں اولین احمدیوں میں سے تھیں۔

مکرم اعجاز احمد صاحب انسپکٹر تحریک جدید احمد نگر کے نوجوانی کے عالم میں وفات پا گئے ہیں۔ ان کی بیماری کی اطلاع جہاں تک مجھے ملی ہے یہ انسپکٹر تھے اور گرمیوں میں دورے کے نتیجہ میں انہیں سن سٹروک ہوا اور پھر لمبا عرصہ چلا اور بگڑ گیا اسی سے وفات ہوئی تو خدمت دین میں انہوں نے وفات پائی ہے۔

مولوی احد اللہ صاحب آف شوپیاں کشمیر انڈیا۔

ثریا صادق یہ ہماری لجنہ کی بہت اچھی کارکن ہیں ان کے چچا سید محمد شاہ سیفی کے متعلق پرائیویٹ سیکرٹری نے اطلاع دی ہے کہ حادثے میں وفات پا گئے ہیں۔

مکرمہ امتہ الحق صاحبہ اہلیہ غلام حیدر بھٹی صاحب یہ عبدالغفور زعیم انصار اللہ فرینکفرٹ کی والدہ تھیں۔

شعبان احمد نسیم سیکرٹری مال گوجرانوالہ اپنی والدہ کی نماز جنازہ غائب کی درخواست کرتے ہیں۔

مولوی عبدالمالک صاحب صدر جماعت کوٹلی لوہاراں وفات پا گئے ہیں۔

بابو محمد شفیع صاحب آف کنری جو محمد سمیع صاحب جرمنی کے والد تھے ان کی درخواست ہے کہ ان کو بھی نماز جنازہ غائب کی فہرست میں شامل کر لیا جائے۔